VOL- 9, ISSUE-2, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

قتیل شفائی کی غزلوں کا نفسیاتی مطالعہ

Dr. Zakia Bibi[1]
Lecturer (Head of the Department) In Kalam Bibi International Woman Institute, Bannu. zakiaa.bibi306@gmail.com
Mohammad Yasin[2]
Urdu Subject Specialist, Elementary and Secondary Education Department Khyber Pakhtunkhwa. myaseenssurdu@gmail.com
Dr. Nuzhat Rauf[3]
Urdu Demonstrator, Abdul Wali Khan University, mardan

Abstract

Shifai's ghazals provide an example of proof for the intertwining connection between an individual's art and his or her sociocultural context. This study argues that the act of creating poetry of this kind is an act of being: “doing” where language is the vehicle for expression via which the silenced collective fears, desires, and existential crises erupt. Performed in a psycho-phenomenological framework of Shifai’s ghazals, this paper demonstrates how they weave in his experiences oscillating between the personal and cosmopolitan: love, yearning, and alienation are not themes but rather symptoms of much deeper interplay between a person and the outside world. The poet’s images of unattainable union and decay within time in addition to silent defiance encapsulate a consciousness constructed out of historical evocation: post-Partition trauma and the paradox of being artistically free within a framework of tradition. With the aid of Freud and Lacan, the study interprets Shifai’s metaphors as attempts at subconscious bargaining, particularly the “fire” (ātiś) motif which is simultaneously destructive passion and purgatorial cleansing. At the same time, it attempts to answer the question posed by the societal eye that defines and confines artistic freedom: why ghazals, which claim to be apolitical, are in fact laden with entrenched resistance to boundaries. The conclusions drawn argue that aesthetic scrutiny is insufficient in the case of Shifai’s poetry which irrevocably condemns the memory, loss, and witnessing as burdens carried by the artist. Ultimately, this research repositions ghazals as psychological artifacts, arguing that the poet’s pen is never truly his own but an instrument of existential mediation.

دنیا میں کسی بھی ادیب/ شاعر کے لیے معاشرے سے کنارا کر کے عمدہ تخلیق کی تکمیل کسی صورت ممکن نہیں اور باقی تخلیقات کی مانند یہی حال صنف غزل کا بھی ہے اردو ادب کو جہاں مختلف تحریکات نے عمدہ غزل سے نوازا ہے وہاں اس دوڑ میں ترقی پسند تحریک سر فہرست ہے کیونکہ غزل کی عمدگی پر جب بھی بحث

VOL- 9, ISSUE-2, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

چڑھتی ہے توان غزلوں کا ذکر خاص ہو ہوتا ہے جن کا تعلق ترقی پسند تحریک سے ہے یعنی ان میں زیادہ تر غزلیں ترقی پسند عناصر پر مشتمل ہیں۔اسی طرح باقی ترقی پسند ادیبوں و شعرا کی مانند قتیل شفائی بھی ماحول کے نرغے سے خود کو آزاد کرنے میں کامیاب نہ ہوئے اور یہی ایک کامیاب ادیب اور شاعر کی نشانی ہے۔

بقول ڈاکٹر سلیم اختر

"تخلیل نفسی کے بموجب تخلیق سے کوئی بھی فنی روپ ناکام آرزوؤں کا ارتقائی روپ ہے، یہ لاشعور کے نہاں خانوں میں رہی ہوئی خواہشات کے اظہار کی کشمکش سے نجات پانے کا ایک انداز ہے۔اس کشمکش کے نتیجے میں جو ہیجانات جنم لیتے ہیں۔)"1(

ے
دل سے وصال یار کا ارماں بھی گیا
دیکھا جو گھر اُداس تو مہمان بھی گیا
کر لی ہے اس نے پھر غم جاناں سے دوستی
لو اپنے ہاتھ سے دل ناداں بھی گیا)2(

ے
مشکل تھا اپنی راہ پہ لانا اُسے مگر
تھا بات میں خلوص تو وہ مان بھی گیا
دکھلائے کیا بہار نے جوش جنوں کے رنگ
دامن بچا رہے تھے گریبان بھی گیا
اس کی وفا قتیلؔ نہ حاصل ہوئی مجھے
میں اُس کے در پہ لے کے دل و جان بھی گیا)3(

انسانی خواہشات جب معاشرے کے حدود و قیود کے بلند و بالا پہاڑوں سے ٹکرانے لگتے ہیں اور کسی بھی صورت فتح یابی کا راستہ نہیں پاتے تب انسانی ذہن کے پاس دو راستے بچتے ہیں،ایک یہ کہ معاشرے کی زنگ آلود بیڑیاں پہن کر معاشرے کے ساتھ فرسودہ راستوں کا راہی بنے،دوسرا راستہ بغاوت کا لبادہ اوڑھ کر غم دوراں کا گیت الاپنا اور یہی کیفیت قتیلؔ کے یہاں ہمیں بارہا دیکھنے کو ملتی ہے۔

ے
طرف خانوں کے نغمے غم کدوں کو بھا نہیں سکتے
ہم اپنے جام میں اپنا لہو چھلکا نہیں سکتے
چمن والے خزاں کے نام سے گھبرا نہیں سکتے
کچھ ایسے پھول بھی کھلتے ہیں جو مرجھا نہیں سکتے
اب آ کر لاج بھی رکھ کے خزاں دیداں دیدہ بہاروں کی
یہ دیوانے فسانوں سے تو جی بہلا نہیں سکتے
چلو پابندی فرہادی بھی ہم کو گوارا ہے
مگر وہ گت،جو ہم مسکرا کر گا نہیں سکتے
ہمیں پتوار اپنے ہاتھ میں لینے پڑیں شاید
یہ کیسے ناخدا ہیں جو بھنور تک جا نہیں سکتے)4(

VOL- 9, ISSUE-2, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

بقول شہزاد احمد

"اتنا تو بہر حال ہمیں کہنا پڑے گا کہ پورا ارتقا جغرافیائی مجبوریوں کے باعث ہوا ہے۔کوئی نوع نہیں چاہتی تھی کہ وہ جماداتی صورت حال سے باہر آئے اور زندگی کے بوجھ کو اپنی مرضی سے اٹھائے،انسان کا آغاز بھی اسی صورت حال سے ہوا تھا کہ انسان کچھ نہ کچھ شعور کا حامل تو تھا ہی، مگر وہ خود آگاہی بوجھ کو اٹھانے کے لیے تیار نہیں تھا۔)"5(

معاشرے کے فرسودہ روایات کی مخالفت ہمیں ترقی پسند ادیبوں/ شاعروں کے یہاں ملتی ہیں اور اسی مخالفت کے عناصر قتیل شفائی کے یہاں ہم بڑی شدت سے دیکھتے ہیں:

ے اندیشہ ارباب حرم ساتھ رہے گا
جنت بھی ملے گی تو یہ غم ساتھ رہے گا
پیاسے ہی گزر جائیں گے ہم راہ طلب سے
عبرت کے لیے ساغر جم ساتھ رہے گا
منزل سے پلیٹ آئے گی ایک ایک تجلّی
ہاں شعلہ رخسار جنم یاد رہے گا
تو،اور نہ آئے در زندان وفا تک ؟
مر کر بھی یہ غم تیری قسم ساتھ رہے گا)6(

اسی حوالے سے قتیل ؔکی ایک اور عمدہ غزل کے چند اشعار دیکھیے جن میں فرسودہ روایات سے اختلاف کے ساتھ انقلابی نعرہ بھی ملتا ہے۔

ے حلقہ زنجیر میں پیدا صدا ہم سے ہوئی
یہ وہ نغمہ ہے کہ جس کی ابتدا ہم سے ہوئی
ہم جہاں پہنچے وہیں اک تازہ معبد بن گیا
جب ہوئی تعظیم زندانِ وفا ہم سے ہوئی
پارہ پارہ کر دیا خود ہم نے دامان طلب
جب کبھی بھولے سے کوئی التجا ہم سے ہوئی)7(

ایک تخلیق کار کا کمال ہی یہی ہے کہ وہ اپنی تخلیقات میں گرد و پیش سے اثر لے کو حسین رنگوں کی مانند بھر دے

بقول شکیل الرحمٰن

"عصری ماحول سے کوئی فنکار دور نہیں جاسکتا۔ عصری ماحول سے رشتہ توڑنا انسانیت پر ظلم کرنا ہے۔ جس ادبی تخلیق میں روح عصر نہ ہو گی ادبی نظام میں اس کی کوئی جگہ نہیں اور زندگی کے لیے اس کی حیثیت ایک مٹی ہوئی لکیر کی ہے اس لئے کہ زندگی کی تنظیم سے اسے کوئی واسطہ نہیں رہتا۔تاریخ کا کوئی دور اسے اہمیت نہیں دے سکتا ہے۔)"8(

اسی حوالے سے قتیل کی غزل کے چند اشعار دیکھیے جن میں سماج کے بدلتے رنگوں کا کسی حساس مصور کی طرح تصویر کھینچی ہے۔

ے تعدید کے رنگوں کا مزاج اور یہی کچھ ہے
وہ حسن جو کل اور تھا آج اور یہی کچھ ہے
بت خانے پر تش کو نیا کرتے تھے پہلے

VOL- 9, ISSUE-2, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

اس دور میں پوجا کا رواج اور یہی کچھ ہے
اے بادشاہِ حسن! طلب کر نہ زر و مال
ہم اہلِ محبت کا خراج اور ہی کچھ ہے)9(

عمدہ فنکار و تخلیق کار وہ ہوتا ہے جو اپنے کرب و تجربات کو فن کے سانچے میں ڈال کر دوسروں کے لیے اس سے مسرت و تسکین کا سامان پیدا کرے۔

بقول ڈاکٹر سلیم اختر

"گو فن کا محرکت نا آسودہ خواہشات کی تسکین کا جزبہ ہوتا ہے لیکن پہلے یہ تخلیقی فنکار میں اور بعد ازاں سامعین اور ناظرین میں بھی آسودگی اور آزادی کا وہی احساس ابھارتا ہے جو فنکار کا مطمع نظر تھا۔ یہ سب ان لوگوں تک ابلاغ کا ذریعہ ہوتا ہے جو خود بھی خواہشات کے عدم تسکین سے ناآسودہ تھے۔ وہ اپنی ذاتی فنٹیسی کو یوں پیش کرتا ہے گویا وہ تکمیل پا چکی ہے لیکن انہی فن اور تخلیق کا ناج اسی صورت میں نصیب ہوتا ہے جب ان کی گرختگی کو ملائمت میں تبدیل کرتے ہوئے ان کی نجی حیثیت کو نہاں کیا جائے۔ ایک لحاظ سے فنکار جمالیاتی اصولوں کی صورت میں اپنے قارئین کو رشوت پیش کرتا ہے جسے اجاگر کرنے میں تحلیل نفسی نے کوئی خاص دقت نہ محسوس کی۔ اس عمل سے فنکار جو مسرت اخذ کرتا ہے یہ مستور ہونے پر بھی بہت قوی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کا منبع جبلی آسودگی ہوتا ہے۔ فن کو جو بالعموم حقیقت تسلیم کیا جاتا ہے تو اس کی وجہ وہ علامات اور متبادل اشیاء ہیں جن کی امداد سے فنکاری کا پیدا کردہ فریب نگاہ یا التماس قارئین میں حقیقی جذبات واحساسات کی جنم دہی کا موجب بنتا ہے، للذا ہم یہ کہ سکتے ہیں فن خواہشات کو مجروح کرنے والی حقیقت اور خواہشات کو آسودگی دینے والے تحلیل کی دو دنیاؤں کے درمیان ہوتا ہے۔)"10(

خرد کے نام جنوں پیام کے چلے
ہم اپنے ساتھ اپنا مقام لے کے چلے
سکوت شام کا مطلب کوئی سمجھ نہ سکا
بس اک ہم ہی تری محفل میں جام لے کے چلے
بٹھا دیے ہیں کسی نے بہار پر پہرے
صبا چلے بھی تو اذن خرام لے کے چلے
خدا کے نام سے واقف ہر ایک راہ نہ تھی
کبھی کبھی تو ہم اپنا بھی نام لے کے چلے
فریب کھا ہی گئے اہل جستجو آخر
چراغ ڈھونڈنے آئے تھے شام لے کے چلے
بنام ساقی در و حرم ملے ہیں سراب
اب ایک دور ہمارا بھی نام لے کے چلے
قتیل جن سے پریشان ہیں طائرانِ حرم
وہ پھر سے دانہ ہم تک دام لے کے چلے)11(

ہر تخلیق کار/ فن کار/ شاعر کی شاعری اور ہر تخلیق کار کی تخلیق میں ہمیں نہ صرف ان کی ذاتی زندگی بلکہ وہ کس تحریک و کسی معاشرے کا پروردا ہے نظر آتا ہے۔ ہم تخلیق میں شعوری ولا شعوری دونوں طرح سے معاشرتی جھلک دیکھ سکتے ہیں نہ کیونکہ کسی بھی شاعر و فنکار کی تخلیق تب تک ادھوری رہتی ہے جب کہ تک کہ وہ داخلیت و خارجیت دونوں کو یکساں طور پر بروکار نہ لائیں۔

VOL- 9, ISSUE-2, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

بقول ڈاکٹر سلیم اختر:

"ہمیں اس حقیقت کو ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ فنکار کے پیشے کا یہ تقاضہ ہے کہ وہ کسی نہ کسی صورت میں فینٹسی سے رابطہ رکھتا ہے۔اپنے کام کی نوعیت کے لحاظ سے وہ اپنے لاشعور کے اظہار پر مجبور ہے وہ اسے مختلف لبادوں میں مستور تو کر سکتا ہے لیکن واضح رہے کہ تبادلے پہننا چھپانا تو نہیں بلکہ اس ضمن میں کہا جا سکتا ہے کہ ایک ادیب اپنی نجی اور داخلی کیفیات کو جتنا چھپانے کی کوشش کرتے گا اتنا ہی زیادہ ہم ہر گز نہی وہ اپنے حقیقی لاشعور کو عیاں کرتا جائے گا اور یہ وہ نہی ہو گا جسے بالعموم لاشعور سمجھا جاتا ہے۔"(12)

ے
رقص کرتے ہیں خلاوں میں اندھیرے لوگو
شام کے رنگ میں ڈوبے ہیں سویرے لوگو
دیکھنا رختِ سفر بھی نہ کہی لٹ جائے
ہم سفر بن کے پھر آئے ہیں لٹیرے لوگو
جب سفینہ کسی ملاح کے ہاتھ آتا ہے
تنگ ہو جاتے ہیں گرداب کے گھیرے لوگو
خاک اڑتی ہے تو افلاک کو چھو لیتی ہے
ہم کریں کیوں نہ بگلولوں میں بسیرے لوگو
پیار ہے تم سے مجھے تم ہو میرا آئینہ
مجھ سے تم دور نہ ہونا کبھی میرے لوگو
وقت آیا ہے کہ منزل کا تعین کر لیں
رُخ ہواؤں کا بتاتے ہیں پھریرے لوگو(13)

داخلیت و خارجیت دونوں عناصر میں غزل میں جو یکساں نظر آتا ہے۔ملاحظہ ہو:

ے
دل جلتا ہے شام سویرے
ایک چراغ اور لاکھ اندھیرے
بھیگی پلکیں نیند سے خالی
چسن کے دشمن این بسیرے
لوگ سمجھتے ہیں سودائی!
پیار نے اپنے بھی دن پھیرے
اپنا اپنا درد ہے ورنہ
کس کی گلیاں کیسے پھیرے
ان کا وہ معصوم شبنم
جیسے کوئی پھول بکھیرے
اے غمِ جاناں،اے غمِ دوران
دل ہے ایک، ستم ہم تیرے

VOL- 9, ISSUE-2, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

کیسے پہنچے نیند آنکھوں تک

بیٹھا ہے دل رستہ گھیرے

تو ہی بتا یہ درد ہے کیا

پلکیں میری، آنسو تیرے (14)

کوئی بھی تخلیق کسی تخلیق کار کا معاشرے کے لیے صرف مسرت کا سامان مہیا کرنے کے لیے نہیں ہوتی بلکہ اس تخلیق کا خمیر کسی ایک اچھے، برے تجربات، خیالات محسوسات اور واقعات سے لیا گیا ہوتا ہے۔ کسی بھی تخلیق فن پارے میں تخلیق کار کی الہامی بصیرت شامل ہوتی ہے جس طرح ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

"فرائڈ نے اپنی تحریروں میں الہامی بصیرت پر خاصا زور دیا ہے اور نارمن این ہالینڈ نے محولہ بالا مقابلے میں فرائڈ کی تحریروں سے اس نوع کی خاصی مثالیں بہم پہنچائی ہیں۔ چنانچہ اس نے فرائڈ کا یہ قول نقل کیا" تخلیق ادیب ہمارے قابل قدر رفیق ہیں اور ان کے جمع کردہ شواہد قابل بے حد اہم ہیں کیونکہ ارض و علما کے مابین وہ ایسی چیزوں کا ادراک رکھتے ہیں جن کے بارے میں ابھی تک ہمارے فلسفے نے ہمیں خواب تک بھی دیکھنے کی اجازت نہیں دی۔" (15)

ہر فنکار کی طرح قتیل کی شاعری ہم ان کی زندگی کے مختلف رنگ، مختلف موسم، غم و خوشی کے عناصر امید ناامیدی کے اثار اور اپنے گردو پیش سے دوست احباب سے ملنے والے ہر احساس کو دیکھ سکتے ہیں۔ ہر شاعر کی طرح قتیل نے بھی اپنی زندگی میں بے روزگاری کے دن بھی دیکھے ہیں۔ رشتوں کی خوشیاں اور رشتوں کے کھونے کا غم بھی دیکھا ہے محبت میں ناکامی کا سامنا بھی کیا ہے شہرت پانے کی خاطر بہت ساری مصیبتیں بھی جھلیں ہیں دوست احباب اور محبت سے دوری بھی برداشت کی ہے اور یہی درد و کسک ہمیں قتیل کے یہاں جگہ جگہ نظر آتی ہے۔

حادثے پھیل گئے سایہ مژگاں کی طرح

غم دوران بھی ملا ہے غم جاناں کی طرح

راکھ پیوند امیدوں نے لگا رکھے ہیں

دل کی صورت نظر آتی ہے گریباں کی طرح

کوئی افلاک نشیں ہے تو پکارے مجھ کو

حسرتیں خاک بسر ہیں مری طوفاں کی طرح

اور ہوں گے وہ، میسر ہے جنھیں لطف بہار

ہم تو گلشن میں بھی رہتے ہیں بیاباں کی طرح (16)

اسی غزل کے مزید اشعار ملاحظہ کریں:

خوف محشر سے نہ گھبرا تم اے بادہ کشو

درِ توبہ بھی کھلا ہے درِ زنداں کی طرح

ہم کیا کرتے ہیں اشکوں سے تواضع کیا کیا

جب خیالوں وہ آجاتے ہیں مہماں کی طرح

نہ کوئی ساز، نہ سنگیت، نہ پازیب، نہ گیت

اُف یہ ماحول کہ ہے شہر خموشاں کی طرح

ہم تیرے مصر میں آئے ہیں زلیخائے شکم

بک نہ جائیں کہیں ہم یوسف کنعاں کی طرح (17)

VOL- 9, ISSUE-2, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

بقول تاج سعید:

"حقیقت یہ ہے کہ قتیل ادب کا ایسا فرہاد ہے جس کا تیشہ ہمیشہ کی طرح تیز اور خارا شکن ہے۔ قتیل شفائی کے خواب جوان اور قلم بیدار ہے۔"(18)
دیکھا جائے تو ایک عام انسان کی طرح قتیل نے بھی اپنی زندگی میں بہت سختیاں جھلیں ہیں لیکن قتیل کی شخصیت میں یہ چیز سامنے آتی ہے کہ انہوں نے ہر مشکل کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے اور ثابت قدم رہے ہیں۔

چمن کی آبرو بن کر صبا کے ساتھ چلے ہیں
سبک رفتار ہیں لیکن ادا کے ساتھ چلتے ہیں
ستارے ڈوب جائیں یا افق سے افتاب ابھرے
اندھیر تو بہر صورت ضیا کے ساتھ چلتے ہیں
عجب یہ ہے کہ منزل کا تصور ہی بدل جائے
مسافر بے رخی سے رہنما کے ساتھ چلتے ہیں
خدا جانے کہاں ٹھہریں گے جا کر ولولے دل کے
یہ دیوانے تو رہوار وفا کے ساتھ چلتے ہیں
دم رخصت ہم اپنے انسوؤں کو روک بھی لیتے
مگر یہ کارواں تیری رضا کے ساتھ چلتے ہیں (19)

قتیل کی شاعری میں جہاں مختلف رنگ ہمیں سلیقے سے ملتے ہیں۔ وہاں وطن سے محبت کا رنگ بھی ان کی شاعری میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ باقی ترقی پسند شاعروں وادیبوں کی مانند قتیل نے بھی وطن کی محبت کے نغمے گائے ہیں۔

میں دن ہوں اور تو سورج ہے تجھ سے روشن میں ہوں
تیری دھوپ نہ چمکے تو اک سونا آنگن میں ہوں
تیری آنچ سے میرے دل میں رنگ برنگ امنگیں
تو ہو مجھ سے دور تو اک جوگی کا جیون میں ہوں
میں نے دل کے مول کیا ہے تجھ سے پیار کا سودا
جس کو دیکھ کے جل جائیں دھنواں، وہ نِردھن میں ہوں
آج نہیں تو کل ہو گا احساس تجھے او پگلی
تیرے سینے میں جو دل ہے اس کی دھڑکن میں ہوں
میں جو کچھ بھی ہوں تیرا ہوں، میرا ساتھ نبھانا
سو باتوں کی ایک بات ہے تیرا ساجن میں ہوں (20)

وطن سے بھرپور محبت کے اظہار میں قتیل شفائی کی اک اور غزل کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

کیوں کیا فسانہ غم اسے کون مانتا ہے
جو گزر رہی ہے مجھ پر مرا دل ہی جانتا ہے
تو صبا کا ہے وہ جھونکا جو گزر گیا چمن سے

VOL- 9, ISSUE-2, 2025
Al-Safiir
https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal
2709-605X Online ISSN
2709-6041 Print ISSN

نہ وہ رونقیں ہیں باقی نہ کہیں سہانتا ہے
اسے میں نصیب جانوں کے بشر کی خود فریبی
کوئی بھر رہا ہے دامن کوئی خاک چھپاتا ہے
ترا یوں خیال آیا مجھے غم کی دوپہر میں
کوئی جیسے اپنا آنچل میرے سر پہ تانتا ہے(21)

قتیل کی شاعری کے پس منظر کے حوالے سے شہزاد احمد کچھ یوں رقم طراز ہیں:

"شاعری میں اس کی شکل جذباتی سطح پر خاصی تبدیل ہو جاتی ہے۔ماضی یادرفتگاں اور مستقبل حواشی لمحہ جاوداں کی صورت اختیار کرتے ہیں۔"(22)

قتیل کی ایک بہترین غزل ملاحظہ ہو۔جس میں اپنے شکستوں اور مایوسوں کا شمار کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ایک تشنہ اور نا امید شخصیت کی مانند۔

ے
تڑپتی ہیں تمنائیں کسی آرام سے پہلے
لٹا ہو گا نہ یوں کوئی دل ناکام سے پہلے
یہ عالم دیکھ کر تو نے بھی آنکھیں پھیر لیں ورنہ
کوئی گردش نہیں تھی گردش ایام سے پہلے
گرا ہے ٹوٹ کر شاید مری تقدیر کا تارا
کوئی آواز آئی تھی شکست جام سے پہلے
کوئی کیسے کرے دل میں چھپے طوفان کا اندازا
سکوت مرگ چھایا ہے کسی کہرام سے پہلے
نہ جانے کیوں ہمیں اس دم تمہاری یاد آتی ہے
جب آنکھوں میں چمکتے ہیں ستارے شام سے پہلے
سنے گا جب زمانہ میری بربادی کے افسانے
تمہارا نام بھی آئے گا میرے نام سے پہلے(23)

قتیل کا شمار ان شعراء میں ہوتا جن کی شادیاں بہت کم عمر میں کرا دی گئی ہوں۔اس لیے دیکھا جائے تو جب تک ان کی شاعری میں پختگی نہیں آئی تھی تب تک ہمیں قتیل کے یہاں کسی محبوبہ کے ہجر و فراق میں تڑپنے کی شدت کا احساس نہیں ملتا مگر جیسے جیسے ہی قتیل کی شہرت کا دائرہ بڑھتا گیا قتیل کی شخصیت ایک عاشق کی صورت میں ہم پہ عیاں ہوتی گئی اور ان کی شاعری میں محبوب سے گلے شکوے ہجر و فراق کے عناصر محبوب کی سنگدلی اور محبت کے جذبے کے ڈھیر سارے رنگ ان کی شاعری میں بکھرے ہوئے ملنے لگے۔

ے
بے خودی میں پہلوئے اقرار پہلے تو نہ تھا
اتنا غافل وہ بت عیار پہلے تو نہ تھا
اہل دل جاتے ہیں اب دار و رسن کی راہ سے
اس قدر مشکل وصال یار پہلے تو نہ تھا
مصر کی گلیاں اتر آئی ہیں اپنے شہر میں
حسن والوں کا یہ حالِ زار پہلے تو نہ تھا

VOL- 9, ISSUE-2, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

آرہی ہے خود بخود شاید کوئی منزل قریب

مہرباں یوں قافلہ سالار پہلے تو نہ تھا

اس میں بھی کچھ راز ہے ورنہ دیار حسن میں

دردمندوں کا کوئی غم خوار پہلے تو نہ تھا

ہوش میں آنے لگے ہیں ان بہاروں کے طفیل

ورنہ دیوانوں کا یہ کردار پہلے تو نہ تھا

روز و شب اپنے لیے ہیں قتل کے فتوے قتیلؔ

مفتی شہر اس قدر دین دار پہلے تو نہ تھا (24)

قتیل شفائی کی شاعری میں احساس کرب بہت نمایاں ہے۔ چند ایک ترقی پسند شعراء کی مانند بقول ڈاکٹر حامد کاشمری:

"قتیل شفائی کے یہاں احساس کس طرح اور کس حد تک ان کی شخصیت کے تخلیقی مضمرات کو بروئے کار لانے میں مدد دیتا ہے۔ احساس کرب اگر شاعر کے جذبے ہی کو جگاتا ہے اور اس کی ذہنی اور فکری قوتوں سے متصادم نہیں ہوتا تو جذبہ جزباتیت بن کر رہ جاتا ہے۔"(25)

؎ رات کے سناٹے میں ہم نے کیا کیا دھوکے کھائے ہیں

اپنا ہی جب دل دھڑکا تو ہم سمجھے وہ آئے ہیں

بند جھروکے، سونی گلیاں، یا پھر غم کے سائے ہیں

چاند ستارے نکلے ہیں لیکن میرے لیے کیا لائے ہیں

جس دن سے تم بچھڑ گئے یہ حال ہے اپنی آنکھوں کا

جیسے دو بادل ساون کے آپس میں ٹکرائے ہیں

اب تو نہ بھولو گے تم، اب تو ہم سے آن ملو

دیکھو ہم نے پلک پلک پر سو سو دیپ جلائے ہیں

اسے قتیلؔ اس تنہائی میں کیا سوجھی ہے موسم کو

جس دن سے وہ پاس نہیں اس دن سے بادل چھائے ہیں (26)

قتیل کے یہاں محبت کے تجربے زیادہ دیر تک مسرت بھرے لمحات پر مشتمل دکھائی نہیں دیتے کیونکہ کئی ایک معشقوں کے باوجود قتیل کی شاعری میں ان کے عکس کو پریشان حال ہی دیکھ سکتے ہیں ہم، اور زیادہ سے زیادہ ان کے یہاں احساس تنہائی کا کرب ہی ملتا ہے۔

؎ پتھر اُسے نہ جان پھلتا بھی دیکھ اُسے

خود اپنے تجربات میں جلتا بھی دیکھ اُسے

وہ صرف جسم ہی نہیں احساس بھی تو ہے

راتوں میں چاند کے نکلتا بھی دیکھ اُسے

وہ دھڑکنوں کے شور سے بھی مطمئن نہ تھا

اب چند آہٹوں سے بہلتا بھی دیکھ اُسے

آہی پڑا ہے وقت تو پھیلا لے ہاتھ بھی

VOL- 9, ISSUE-2, 2025
Al-Safiir
https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal
2709-605X Online ISSN
2709-6041 Print ISSN

اور ساتھ ساتھ آنکھ بدلتا ہوا بھی دیکھ اُسے

سورج ہے وہ تو اس کی پرتش ضرور کر

سایہ ہے تو شام کو ڈھلتا ہوا بھی دیکھ اُسے

نکلا تو ہے قتیلؔ وفا کی تلاش میں

زخموں کے پل صراط پر چلتا ہوا بھی دیکھ اُسے (27)

محبوب کے لیے لکھی جانے والی شاعری میں ہمیں قتیل کے یہاں احساس محرومی کے عناصر زیادہ ملتے ہیں۔ جس کی وجہ ہی یہی ہے کہ ان کی شادی بہت کم عمر میں کرادی گئی تھی اور جب ان کا دل محبت کے رنگ برنگے جذبات سے واقف ہونا بھی چاہتا تو اپنے پاؤں میں اولاد اور بیوی نامی رشتوں کی زنجیروں کو محسوس کرتا، قتیل کے کئی ایک معاشقے اردو ادب میں بہت مشہور ہوئے جن میں پاکستان کی ایک نامی گرامی خاتون اقبال بانوں کا بھی نام آتا ہے۔ قتیل جب بھی دل ٹوٹنے کے بعد از سر نو ایک نئے سفر کا آغاز کرنے کوشش کرتا تو چ منجر ار میں انہیں ایک باپ اور شوہر ہونے کا احساس گھر لیتا جس کی وجہ سے کبھی قتیل کی نیا اس پار نہ پہنچ سکی۔

لیکن قتیل تعلق توڑنے کے کئے سال بعد بھی جس محبوبہ سے ملا ہے ان کا دل کسی ضدی بچے کی مانند مچلا ہے اور ان کے قلم سے ایک بہترین تخلیق نے جنم لیا ہے۔ مثال کے طور پر قتیل کی ایک غزل دیکھئے جو انہوں نے برسوں بعد اقبال بانو سے ملاقات کے بعد لکھی تھی۔

جیسا اس کے لیے سنا تھا ویسا ہے

میں نے برسوں بعد اُسے اب دیکھا ہے

پر منظر کا ہوتا ہے ان پس منظر

وہ لاکھوں میں ایک ہے لیکن تنہا ہے

گیا تھا جب وہ اس دن آگ بگولا تھا

واپس آیا ہے تو برف کا پتلا ہے

پھر ماضی کو چوما اس کے ہونٹوں نے

پھر اک لفظ مرے کانوں میں رویا ہے

میلہ لگا ہے چاروں طرف سناٹوں کا

کہیں کہیں کوئی سایا سسکی لیتا ہے

کانچ کا ہر جذبہ پیچھے ہم چھوڑ آئے

اب تو اپنا پکی عمر کا رشتہ ہے

مجھ کو اپنے حال پہ آئے رحم قتیلؔ

میں نے اِک پنچھی کو اڑتے دیکھا ہے (28)

پہلے سے آباد گھر اور حاصل نہ کرنے کا جو احساس ہے ان دو وجوہات کی بنا پر قتیلؔ کو میسر لحات بھی کرب میں مبتلا کئے رکھتے یعنی اگر محبوب پاس بھی ہوتا تب بھی ان کی قربت سے ملنے والی خوشی کا بیان قتیل کے یہاں بہت کم ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قتیلؔ کی زندگی میں یہ احساس انہیں تمام عمر ستاتا رہا کہ اس نے کسی بھی من پسند عورت کا ہاتھ تھام کر انہیں شریک حیات کا درجہ نہیں دیا ان احساسات پر قتیل کی اِک مشہور غزل دیکھیے جس میں ہم ایک بے بس ولاچار انسان کا عکس صاف دیکھ سکتے ہیں۔

VOL- 9, ISSUE-2, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

ے

تم پوچھو اور میں نے بتاؤں ایسے تو حالات نہیں
ایک ذرا سا دل ٹوٹا ہے اور تو کوئی بات نہیں
کس کو خبر تھی سانولے بادل بن برسے اُڑ جاتے ہیں
ساون آیا، لیکن اپنی قسمت میں برسات نہیں
ٹوٹ گیا جب دل تو پھر یہ سانسوں کا نغمہ کیا معنی
گونج رہی ہے کیوں شہنائی جب کوئی بارات نہیں
غم کے اندھیرے میں تجھ کو اپنا ساتھی کیوں سمجھوں
تو پھر تو ہے، میرا سایہ بھی میرے ساتھ نہیں
مانا جیوں میں عورت اک بار محبت کرتی ہے
لیکن مجھ کو یہ تو بتا دے کیا تو عورت ذات نہیں
ختم ہوا میرا افسانہ اب یہ آنسو پونچھ بھی لو
جس میں کوئی تارا چمکے آج کی رات وہ رات نہیں
میرے غمگیں ہونے پر احباب یوں حیران قتیلؔ
جیسے میں پتھر ہوں میرے سینے میں جذبات نہیں (29)

کہتے ہیں انسان تب تک بوڑھا نہیں ہوتا جب کہ تک اسی کا دل بوڑھا نہیں ہو پاتا اور یہی جملہ قتیل کے لیے بہت مناسب ہے، قتیل کو ان کے معاشقوں نے دیرپا مسرت نہیں بخشی یہ بات ایک حقیقت ہے لیکن قتیلؔ کی شاعری کو آج جو عروج حاصل ہے یہ ان کی کئی ایک معاشقوں کی مرہون منت ہے اور ہاں ایک اور بات قتیل کا شمار ان خوش نصیب ادھیڑ عمر کے لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے لائنجانس کے اس نظریے کے ساتھ پورا اتفاق کیا۔

"ادھیڑ عمری کا عشق بڑا شدید ہوتا ہے اور عشق اگر عورت کی طرف سے شروع ہو تو شدید تر ہوتا ہے اور اگر عورت کی عمر 20 اور 25 سال کے درمیان ہو تو شدید ترین شکل اختیار کر جاتا ہے۔"(30)

قتیلؔ کے یہاں بھی کچھ یہی معاملہ تھا جب انہیں آخری دفعہ ٹوٹ کے محبت ہو گئی تھی۔ رشمی بادشاہ نامی ایک لڑکی سے جو شاعرہ بھی تھی لیکن ادیبوں اور محققین انہیں اردو ادب میں ششما کے نام سے متعارف کرایا ہے یاد رہے کہ قتیل انہیں پیار سے ایسی نام بلاتے تھے۔

"ششما میں یہ تینوں باتیں موجود تھی قتیل سے عشق کرنے میں اس نے پہل کی اور ٹوٹ کہ قتیل کو چاہا اور دیوانوں کی طرح چاہا، حسن بے مثال، جدھر سے گزرے لوگ گردنیں گھما گھما کر دیکھیں۔ عمر 20 اور 25 کے درمیان تھی موٹی گول آنکھیں، بھرا بھرا بدن، ہونٹ میآر کے دو مصرعے، چال ایسی کہ موجِ رفتار دیکھ کر لرزے چپ رہے تو بھید چھپائے قتیل کی پرانی (Fan) اسے ملی، دیکھا اور دیکھتے ہی اس کے سامنے سب کچھ ہار گئی۔ قتیل کو بھی سوچنے کا موقعہ ہی نہیں ملا اور عشق کا اظہار کر دیا۔"(31)

ے

مری نظر سے نہ ہو دور ایک پل کے لیے
ترا وجود ہے لازم مری غزل کے لیے
کہاں سے ڈھونڈ کے لاؤں چراغ سے وہ بدن
ترس گئی ہیں نگاہیں کنول کنول کے لیے
کس کس کے نصیبوں میں عشق لکھا ہے

VOL- 9, ISSUE-2, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

ہر اکِ دماغ بھلا کب ہے اس خلل کے لیے
ہوئی نہ جراتِ گفتار تو سبب یہ تھا
ملے نہ لفظ ترے حسن بے بدل کے لیے
سدا جیسے یہ مرا شہر بے مثال جہاں
ہزار چھونپڑے گرتے ہیں اکِ محل کے لیے
قتیلؔ زخم سہوں اور کیا اتار ہوں
بنے ہیں دائرے کیا کیا مرے عمل کے لیے (31)

یوں تو قتیل کی شاعری میں غم اور خوشی دھوپ، چھاوں کا کھیل کھیلتے ہمیں نظر آتے ہیں لیکن رشمی بادشاہ کے اس کی زندگی میں آنے اور پھر کچھ عرصے بعد قتیل جب بیمار پڑے گئے اور رشمی سے ان کا رابطہ صرف خط و کتابت تک محدود رہا تب ان کی شاعری میں صرف مایوسی نے ہی اپنی جگہ بنالی تھی اور ایک ڈھلتی زندگی نے گویا یہ تسلیم کر لیا تھا کہ اب وہ بہاریں آنے کی کوئی نوید نہیں سنا پائے گا کوئی لہٰذا ایک حساس شاعر نے خود کو بے بسی اور نہ امیدی و مایوسی کے شکنجے میں دے دیا اور ان کی تب کی شاعری میں ایک مایوسی اور ہارا ہوا شاعر ملتا ہے۔

حوالہ جات

1. سلیم اختر، ڈاکٹر، تخلیق اور لاشعوری محرکات، لاہور سنگ میل پبلیشر، 2009، ص13
2. قتیل شفائی، رنگ خوشبو، روشنی (کلیات غزل)، لاہور سنگ میلپبلیشر، 2017، ص96
3. ایضاً
4. ایضاً، ص50
5. شہزاد احمد، آٹور نلیک، نفسیات اور ماورائے نفسیات، لاہور، سنگ میل پبلیشر، 2007، ص15
6. ایضاً، ص125
7. ایضاً، ص12
8. شکیلالرحمٰن "ادب اور نفسیاتیتنقید" اشاعتگھر پٹنہ 1996ء، ص17
9. ایضاً، ص147
10. قتیل شفائی، رنگ خوشبو، روشنی (کلیات غزل)، لاہور سنگ میلپبلیشر، 2017، ص15/16
11. سلیم اختر، ڈاکٹر، تخلیق اور لاشعوری محرکات، لاہور سنگ میل پبلیشر، 2009، ص136
12. سلیم اختر، ڈاکٹر، تخلیق اور لاشعوری محرکات، لاہور سنگ میل پبلیشر، 2009، ص33
13. قتیل شفائی، رنگ خوشبو، روشنی (کلیات غزل)، لاہور سنگ میلپبلیشر، 2017،، ص155
14. ایضاً، ص123/124
15. سلیم اختر، ڈاکٹر، مغرب میں نفسیاتی تنقید، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، 2008، ص19
16. قتیل شفائی، رنگ خوشبو، روشنی (کلیات غزل)، لاہور سنگ میلپبلیشر، 2017،، ص143
17. ایضاً، ص144
18. صابر دت، ڈاکٹر، فن اور شخصیت (قتیل شفائی) ممبئی، نرگس پبلی کیشنز، 1987ء، ص149

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

19. قتیل شفائی، رنگ خوشبو، روشنی(کلیات غزل)،لاہور سنگ میل پبلیشرز، 2017، ص173
20. ایضاً، ص138
21. ایضاً، ص179
22. صابر دت، ڈاکٹر فن اور شخص(قتیل شفائی)، ص250
23. قتیل شفائی، رنگ خوشبو، روشنی(کلیات غزل)،لاہور سنگ میل پبلیشرز، 2017، ص182
24. ایضاً، ص23/24
25. صابر دت، ڈاکٹر، فن اور شخصیت(قتیل شفائی)، ص252
26. قتیل شفائی، رنگ خوشبو، روشنی(کلیات غزل)،لاہور سنگ میل پبلیشرز، 2017، ص88
27. ایضاً، ص187
28. ایضاً، ص785/786
29. ایضاً، ص168
30. احمد عقیل روبی، قتیل کہانی، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، 2000ء، ص25
31. ایضاً، ص25
32. قتیل شفائی، رنگ خوشبو، روشنی(کلیات غزل)،لاہور سنگ میل پبلیشرز، 2017، ص463